شاہ ولی اللہ کی اخلاقیات

از:- ڈاکٹر تصدق حسین
شعبۂ فلسفہ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ ......

×× × × × ××

مقالہ نگار علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے بڑے ہونہار نوجوان ہیں۔ انھوں نے ڈاکٹر طٰہٰ حسین (مصر) کی طرح نابینا ہونے کے باوجود فلسفہ میں ایم اے کیا اور شروع سے آخر تک ہر امتحان میں فرسٹ ڈویژن حاصل کرتے رہے ایم۔اے کے بعد شاہ ولی اللہ الدہلوی کے فلسفہ پر ایک اعلیٰ تحقیقاتی ——— مقالہ شعبۂ فلسفہ کے ماتحت لکھ کر یونیورسٹی سے پی۔ ایچ۔ ڈی کی ڈگری لی اور اب چند ماہ سے اسی شعبہ میں لکچرر مقرر ہوئے ہیں، آدمی نہایت ذہین ہیں، حافظہ بہت اچھا اور علمی و تحقیقی ذوق پختہ ہے، امید قوی ہے اگر ان کو اپنے حوصلہ اور ذوق کے مطابق کام کرنے کی سہولتیں میسر آئیں تو یہ علم و تحقیق کی دنیا میں بڑا نام پیدا کریں گے۔ موصوف میرے بھی شاگرد رہے ہیں اور مجھ سے ربط خاص کے باعث اکثر آتے جاتے رہتے ہیں۔ میری تحریص و ترغیب سے انھوں نے اردو میں لکھنا شروع کیا ہے، یہ حضرت شاہ صاحب پر ان کا دوسرا مقالہ ہے۔ اس کے بعد حضرت شاہ صاحب کے مابعد الطبیعیات پر ان کا مقالہ آئے گا۔ (ایڈیٹر)

اسلام سے قبل عرب میں بلند ہمتی اور فیاضی کو ہی نیکی خیال کیا جاتا تھا۔ اس کے علاوہ وہ لوگ اور کسی اخلاقی قدر سے واقف نہ تھے قتل و غارت گری چونکہ بہادری کا عمل تھا اس لئے سید سمجھا جاتا تھا۔ نیز ان کی اخلاقیات محض کھاؤ پیو اور خوش رہو پر مبنی تھی۔ اسلام نے ان کی زندگی کو یکسر بدل دیا۔ جہالت کا خاتمہ کیا اور ان کو نیک اور صحیح راہ پر چلنے کا سبق سکھایا۔ وہ تمام برائیاں جو ان کی زندگی کا جز بن چکی تھیں ختم ہو گئیں۔ قرآن نے انھیں اعلیٰ اخلاق کی تعلیم دی۔

پروفیسر مارگولیتھ (PROF. M MARGOLIOUTH) کا خیال ہے کہ قرآن کریم نے مسلمانوں میں صرف دو خوبیاں پیدا کیں یعنی (۱) بلند ہمتی اور (۲) نظم و نسق۔ صحیح نہیں اس لئے کہ قرآن کریم کے معمولی مطالعہ سے بھی ایسے بہت سے حوالے جمع کئے جا سکتے ہیں جن میں ان کے علاوہ دیگر اخلاقی اقدار کا تذکرہ ہے۔[۱]

وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهٖ شَيْئًا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ وَابْنِ السَّبِيْلِ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرًا۔[۲]	والدین قریبی رشتہ داروں یتیموں مسکینوں ضرورت مندوں پڑوسیوں ہمسفروں راہ گیروں اور کنیزوں کے ساتھ نیکی کرو۔
اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِيْتَاۗئِ ذِي الْقُرْبٰى وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَاۗءِ	بے شک خدا انصاف کرنے نیکی کرنے اور رشتہ داروں کو تحائف دینے کا حکم

---

[۱] UMARUDDIN, M., THE ETHICAL PHILOSOPHY OF AL-GHAZZALI, ALIGARH-1962

[۲] قرآن سورہ ۴ آیت ۳۶

وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ ج يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ۳

کرتا ہے اور برائی غلط کاری اور ظلم سے منع کرتا ہے۔

اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ فِي السَّرَّآءِ وَالضَّرَّآءِ وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ۴

جو خوشحالی اور کامیابی میں خیرات کرتے ہیں جو غصہ پر قابو رکھتے ہیں اور دوسروں کو معاف کرتے ہیں خدا ان نیکی کرنیوالوں سے محبت کرتا ہے۔

يٰبُنَيَّ اَقِمِ الصَّلٰوةَ وَاْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاصْبِرْ عَلٰى مَآ اَصَابَكَ اِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ۵

نیکی کا حکم دو اور برائی سے روکو جو کچھ گزرے صبر سے برداشت کرو یہ تمہارا فرض ہے۔

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَ اَخَوَيْكُمْ ج وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۶

سب عقیدت مند بھائی ہیں لہذا بھائیوں کے درمیان امن رکھو۔

وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيْرًا

رشتہ دار ضرورت مند اور راہ گیر کو اس کا حق دو فضول خرچ شیطان کے بھائی ہوتے ہیں

وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُوْلَةً اِلٰى عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُوْمًا مَّحْسُوْرًا ۷

اپنے ہاتھ نہ تو قطعی باندھ لو اور نہ اتنے وسیع کرو۔

يٰاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ

اے لوگو ہم نے تمکو پیدا کیا مرد اور عورت اور ہم

---

۳ قرآن سورہ ۱۶ آیت ۹۰۔ ۴ قرآن سورہ ۳ آیت ۱۳۴۔ ۵ قرآن سورہ ۳۱ آیت ۱۷۔ ۶ قرآن سورہ ۴۹ آیت ۱۰۔ ۷ قرآن سورہ ۱۷ آیت ۲۶، ۲۹

مِنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ ۞ نے تمہیں گروہ گروہ اور خاندان خاندان بنایا تاکہ ایک دوسرے کو پہچانو۔ یقیناً تم میں عزت والا سب سے زیادہ خدا سے ڈرنے والا ہے۔

غرضیکہ قرآن میں بہت سی نیکیوں کا ذکر ہے۔ والدین رشتہ دار اور پڑوسی کے حقوق۔ انصاف پسندی پرہیزگاری شرم وحیا۔ ہمت وحوصلہ مندی خواہشات وحواس کی مناسب نگہداشت اور اس قسم کی دوسری تمام نیکیوں کا جا بجا بیان موجود ہے۔ ان حوالہ جات سے پروفیسر مارگولیتھ کے خیال کی قطعی تردید ہو جاتی ہے۔

قرآن کی اخلاقیات کی بنیاد سیرت محمدی پر ہے اور سیرت محمدی مثالی کردار پر مبنی ہے رسول اکرمؐ کی زندگی میں کوئی ایسا عمل نہیں ہے جو اخلاقی معیار پر پورا نہ اترتا ہو۔ آپ کی زندگی تمام احکامات ربانی کی تشریح ہے جس میں کردار کی تشکیل پر بالخصوص زور دیا گیا ہے۔ قرآن میں رسول اکرمؐ کو خطاب کر کے کہا گیا ہے "ہم نے آپ کو مثالی کردار بنا کر بھیجا ہے"۔ اسی کی شرح اس حدیث سے ہوتی ہے۔" رسول اکرمؐ نے فرمایا مجھے اخلاق درست کرنے کے لئے بھیجا گیا ہے۔"[۱۰] کسی نے آپ سے پوچھا مذہب کیا ہے؟ آپ نے فرمایا اچھا کردار،[۱۱] تاریخی شواہد کی روشنی میں یہ بات صاف ظاہر ہو جاتی ہے۔ اسلام نے جو اخلاقی نظام پیش کیا گیا اس سے عرب جیسے بدو قوم کا کردار درست ہو گیا۔ رسول اکرمؐ نے اپنے عمل سے اچھے کردار کے معنی بخوبی طور سے واضح کر دیئے۔ زندگی میں ایک شخص کی بہت سی حیثیتیں ہوتی ہیں وہ باپ ہوتا ہے، بیٹا ہوتا ہے، بھائی ہوتا ہے، شوہر ہوتا ہے، شہری ہوتا ہے اور رہنما ہوتا ہے۔ اچھے کردار کے معنی ہیں کہ وہ ان تمام حیثیتوں سے صحیح کردار کا نمونہ

---

۸ قرآن سورہ ۴۹ آیت ۱۳ ۹ HUMAYUDDIN, M. THE ETHICAL PHILOSOPHY AL GHAZZALI ALIGARH, 1962

۹ قرآن سورہ ۶۸ آیت ۴ ۱۰ الغزالی۔ احیاء العلوم جلد سوئم صفحہ ۳۴ HUMAYUDDIN, M. THE ETHICAL PHILOSOPHY OF AL GHAZZALI 1962 P. ۱۱ الغزالی۔ احیاء العلوم جلد سوئم ص ۴۳

پیش کرے۔ رسول اکرمؐ نے ایسا ہی نمونہ پیش کیا ہے۔

گوکہ اسلامی اخلاقیات کے بنیادی اصول قرآن میں موجود ہیں لیکن اس کو علم کی حیثیت اس وقت حاصل ہوئی جب مسلمانوں نے یونانی فلسفے کا مطالعہ کیا۔ یہ بات صرف اخلاقیات تک محدود نہیں بدراصل اسلامی فلسفہ کی تاریخ بھی یونانی فلسفہ کے مطالعہ سے ہی شروع ہوئی ہے۔ رسول اکرمؐ کے زمانے میں جو مسئلہ مسلمانوں کے سامنے آتا اس کی تشریح رسول اللہؐ کے ذریعہ کردی جاتی۔ آپ کی وفات کے بعد خلافتِ راشدہ کے دور میں بھی مسلمانوں کو مسائل کے حل میں کوئی پریشانی نہ ہوتی۔ اس وقت تک صحابۂ کرامؓ نے جو کچھ رسول اللہؐ سے سنا تھا۔ یا جس طرح دیکھا تھا اس کی روشنی میں حل پیش کردیا کرتے تھے۔ لیکن اس کے بعد یہ صورتِحال باقی نہ رہی جو مسائل مسلمانوں کے ذہن میں آتے وہ خود ہی ان پر غور وفکر کرتے۔ اس کے علاوہ خلافتِ راشدہ میں اسلام عربی حدود سے باہر نکلا۔ بہت سے عیسائیوں، مجوسیوں، یہودیوں، اور دیگر قوموں نے اسلام قبول کیا۔ یہ نومسلم اپنے ساتھ اپنے آبائی مذہب کی روایات بھی لائے اور ان کو۔ اسلامی نظام میں خلط ملط کرنے کی کوشش کی۔ نیز اسلام کا بڑھتا ہوا اثر دیکھ کر غیر مسلموں نے اسلام پر قلم کے ذریعہ ضرب لگانے کی کوشش کی لہٰذا عباسی خلیفہ مہدی کے زمانے میں ابو الحسن حضیل العلاف نے پہلی کتاب لکھی۔ جس میں عقلی دلائل کے ذریعہ اسلام پر اٹھائے ہوئے اعتراضات کا جواب دیا۔ مسلم علماء نے اس کارِخیر کو انجام دینے کے لئے۔ یونانی فلسفہ کو پڑھا اور اسی کے مطابق اعتراضات کا جواب دیا۔ اس طرح اسلام میں علم الکلام کی بنیاد پڑی۔ بایں صورت اسلامی فلسفہ یونانی فلسفہ کی بنیاد پر شروع ہوا۔ نہ صرف یہ بلکہ تقریباً تمام اسلامی علوم جن میں اخلاقیات بھی شامل ہے کی بنیاد یونانی فلسفہ بن گیا۔ [12]

۱۲- علامہ شبلی نعمانی۔ الکلام ص۳-۱۰-۳۵

مسلمانوں میں پہلا اخلاقی مفکر ابن مسکویہ ہے۔ اس سے قبل کندی۔ فارابی اور ابن سینا اخلاقیات کو سیاسیات کا حصہ سمجھتے تھے۔ اس کا سبب یہ تھا کہ یونانی فلسفہ میں بھی مشائین اور مستشرقین اخلاقیات کو سیاسیات کا حصہ سمجھتے تھے گوکہ پارفیرد اور گیلن کی ارسطو پر لکھی کتاب پر شرح شائع ہو چکی تھی لیکن مسلم مفکرین نے ابن مسکویہ سے قبل علم الاخلاق پر توجہ نہیں دی[۱۳]

ابن مسکویہ پہلا فلسفی ہے جس نے اخلاقیات پر باقاعدہ توجہ دی وہ اپنی کتاب تہذیب الاخلاق میں روح کی فطرت سے بحث کرتا ہے جو اپنے وجود کا شعور رکھتی ہے جو با اعتبار ذات قدسی ہے۔ روح جسمی التصوراتی اور قدسی علم کی حامل ہوتی ہے۔ نیز یہ علوم عقلیہ سے بھی متمیز ہوتی ہے۔ عقل انسان کو کامل بناتی ہے لیکن ہر شخص اس کمال کو نہیں پہونچتا۔ یہ صرف انہیں لوگوں کا حصہ ہے جو فطری طور پر نیک پیدا ہوتے ہیں۔ مسکویہ کے خیال کے مطابق کچھ لوگ فطری طور پر نیک، کچھ بد اور کچھ نہ نیک نہ بد پیدا ہوتے ہیں۔ ماحول اور تربیت سے ان کے کردار کی تشکیل کی جا سکتی ہے۔ وہ نیکی (GOOD) کی بہت سی قسمیں بتاتا ہے مکمل نیکی (SBSOLUTE GOOD) سب میں افضل ہے تمام نیکیاں مکمل نیکی کی طرف مائل ہوتی ہیں جو اس انسان کو اس نیکی کے حصول سے روکتے ہیں لیکن اس میں ارادے کی استعداد ہوتی ہے جو نیک و بد میں تمیز کرتی ہے اور جو اس کے اثر کو ختم کرتی ہے۔ اس کے علاوہ انسان میں ۳ اور قوتیں ہوتی ہیں شہوت (APPiLIFiON) غضب (ANGER) اور عقل (INTEPPECT) جو انسان کے اندر ۳ اجزاء سے وجود میں آتی ہیں۔ یعنی بہیمیت (BEASTLY) غضب (FEROCiOUS) اور عقلیت (RATiONAL) اگر یہ اجزاء متوازن ہوتے ہیں تو انسان میں چار نیکیاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ ہمت (COURAGE) اعتدال (TEMPERANCE) عقل (JUSFiCE) (WiSDOM) اور عدالت

۱۳۔ علامہ شبلی نعمانی۔ الکلام ص ۴۵-۴۶

عقل (INTELLECT) میں دو استعدادیں ہوتی ہیں۔ ایک عملی اور دوسری نظریاتی عملی استعداد کے ذریعہ انسان کامل کردار کی تشکیل کرتا ہے۔ اس کا کام اچھے اور برے میں تمیز کرنا ہے۔ تکمیل انسان کا کردار ہے اور وہی اس کے لئے سب سے اعلیٰ مسرت مسکویہ کی اخلاقیات میں یونانی بالخصوص افلاطینی اور اسلامی اخلاقیات کے عناصر موجود ہیں۔ ۱۴؎

اسلامی اخلاقیات کی تاریخ میں دوسرا بڑا نام غزالی کا ہے جنہوں نے اخلاقیات پر کئی کتابیں لکھیں۔ ان میں سے خاص طور پر احیاء العلوم اور المیزان بالخصوص اخلاقیات سے ہی بحث کرتی ہیں۔ تہذیب الاخلاق جو کہ احیاء کا ایک حصہ ہے ابواب کے تقسیم و عنوان کے اعتبار سے مسکویہ کی کتاب سے ملتی ہے۔ یہاں غزالی نے بنیادی اعتبار سے انہیں مسائل پر اظہار خیال کیا ہے جن پر اس سے قبل مسکویہ لکھ چکا تھا۔ کردار اور اس کی تشکیل بہیمیت، غضبہ اور عقلیت کا بیان اور شہوہ، غضبہ اور عقل کا بیان وغیرہ مسکویہ کے بیان کے مطابق ہے ۱۵؎ ایک اعتراض کا جواب دیتے ہوئے المنقذ میں لکھا ہے کہ "میں نے جو کچھ لکھا میری فکر کا نتیجہ ہے۔ مجھے مذہب اور صوفیاء کی کتابوں سے یہ مواد فراہم ہوا ہے۔ لوگوں کا خیال غلط ہے کہ میں نے یونانی اساتذہ سے خیالات چرائے ہیں۔ ہاں یہ صحیح ہے کہ کچھ چیزیں ملتی جلتی ہیں" ۱۶؎۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ غزالی نے جو کچھ بیان کیا اس کی بنیاد مذہب اسلام، کتب صوفیاء اور ان کی اپنی فکر ہے۔

14- UMARUDDIN, M., THE ETHICAL PHILOSOPHY OF AL GHAZZALI ALIGARH 1962 P.P 47-48
ANSARI, ABDUL HQ "THE CONCEPT OF SAADA."

15- UMARUDDIN, M., THE ETHICAL PHILOSOPHY OF AL-GHAZZALI, ALIGARH, 1962. P.P -49

16- ALGHAZZALI, "AL-MUNQIDH MIN AD DALAL" P. 1-2 CLOUD FIELD P -37

غزالی کے بعد اسلامی اخلاقیات کی تاریخ میں شاہ ولی اللہ کے علاوہ کوئی دوسرا اور بڑا نام نہیں۔ یہ صحیح ہے کہ زیادہ تر صوفیاء کے یہاں اخلاقی تعلیمات موجود ہیں لیکن ان سے باضابطہ اخلاقیات تعمیر نہیں کی جا سکتی۔ شاہ ولی اللہ نے اپنی مختلف کتابوں میں اخلاقی مسائل سے بحث کی ہے۔ ان میں سے بالخصوص حجت اللہ البالغہ ہے۔

افلاطون۔ ارسطو، مسکویہ، فارابی، اور غزالی وغیرہ کی طرح شاہ ولی اللہ کی اخلاقیات کی بنیاد بھی مابعد الطبیعیات پر ہے، نیز یہ کہ ان کی اخلاقیات نوعیت کے اعتبار سے متصوفانہ ہے اس کا تصوف پر مبنی ہونا اس لیے بھی ناگزیر ہے کہ شاہ ولی اللہ بنیادی اعتبار سے خود صوفی تھے۔

اخلاقیات خیر و شر کا علم ہے لہٰذا اسی کی نوعیت کے اعتبار سے شاہ ولی اللہ اس کا آغاز خیر کی تعریف سے کرتے ہیں۔ ان کے خیال میں تمام مخلوقات خواہ وہ جاندار ہوں یا غیر جاندار، اپنے اندر کچھ کمالات رکھتی ہیں۔ یہ کمالات دو قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک وہ جو ہر مخلوق کی نوع میں شامل ہوتے ہیں۔ انھیں کمالات نوعی کہتے ہیں۔ دوسرے وہ جنہیں حاصل کیا جاتا ہے۔ حاصل شدہ کمالات صرف انسان کا حصہ ہوتے ہیں۔ ان کمالات کی بنیاد پر خیر کا تعین کیا جاتا ہے ؎۱

کمالات نوعی تمام مخلوق میں مشترک ہوتے ہیں لیکن اس اشتراک میں مخلوق کی فطرت کو دخل ہوتا ہے۔ کچھ کمالات ایسے ہوتے ہیں جو انسان و حیوان میں مشترک ہوتے ہیں اور کچھ جمادات و حیوانات و انسان میں مشترک ہوتے ہیں۔ مثلاً بلندی ہر مخلوق میں مشترک ہے۔ ان اشتراکی کمالات کو خیر نہیں کہا جا سکتا۔ کیونکہ یہ نوعی ہوتے ہیں۔ اور شئے کے ارادے سے ان کا کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ نیز یہ کہ اگر انہیں خیر خیال کیا جائے تو ہر شئے میں بہ اعتبار فطرت خیر موجود ہوگی

۱۔ شاہ ولی اللہ۔ حجت اللہ البالغہ۔ مترجم عبد الحق حقانی۔ لاہور، صفحہ ۸۹ تا ۹۲۔

مثلاً بلندی کو اگر ہم خیر تسلیم کریں تو پہاڑ میں سب سے زیادہ خیر ہوگی جبکہ امر صحیح ہے کہ پہاڑ کا خیر سے کوئی تعلق نہیں۔ حاصل شدہ کمالات میں سے کچھ نوعی ہوتے ہیں لیکن ان کا اظہار موقع و محل پر ہوتا ہے۔ مثلاً ہمت و حوصلہ حیوانات و انسان میں مشترک ہے وقت ضرورت اس کا اظہار کیا جاتا ہے۔ اس کا شمار حاصل شدہ کمالات میں اس لئے کیا جاتا ہے کیونکہ یہ پوشیدہ صلاحیت کی صورت میں انس و حیوانات میں موجود ہوتی ہے اور جو اس صلاحیت سے آگاہ ہوجاتا ہے اسے استعمال کرتا ہے۔ اس آگاہی میں اس کی ذات کو دخل ہوتا ہے لہذا یہ آگاہی حصول ہے۔ حاصل شدہ کمال ہونے کے باوجود ہمت و حوصلہ مندی حقیقی سعادت نہیں۔ اس قسم کے کمالات کو شاہ ولی اللہ جزوی سعادت کہتے ہیں حقیقی سعادت وہ کمالات ہیں جن کا حصول صرف انسان ہی کے لئے ممکن ہے۔ دیگر مخلوقات پر ان کا اطلاق نہیں ہوتا ان کے حصول میں انسان کی عقل معاون ہوتی ہے اور حسن و قبح عمل پر مبنی ہوتے ہیں اس کے مطابق شاہ ولی اللہ عمل کی دو قسمیں بیان کرتے ہیں ایک دنیاوی عمل اور دوسرا دینی عمل۔ اول الذکر کا تعلق دنیاوی امور سے ہوتا ہے اور مؤخر الذکر کا دینی امور سے دنیاوی امور سے متعلق عمل اس لئے حقیقی نہیں ہوتا کیونکہ ان میں سے بہت سے اعمال کا تعلق بہیمیت سے ہوتا ہے۔ دینی امور سے متعلق عمل حقیقی سعادت اس لئے ہوتا ہے کیونکہ اس کا تعلق ملکی رجحانات سے ہوتا ہے یہ اعمال عبادت و استغفار ہیں۔ ۱۸

ان اعمال کو اختیار کرنے کے لئے بہیمیت کا کمزور ہونا ناگزیر ہے انسانی فطرت کے مطالعہ کے تحت شاہ ولی اللہ بہیمیت کے قطعی خاتمہ کی تلقین نہیں کرتے وہ اس کو کمزور کرنے اور قابو میں رکھنے کی نصیحت کرتے ہیں۔ وہ اشراقی فلسفیوں سے متفق نہیں جو بہیمیت کے قطعی خاتمہ میں یقین رکھتے ہیں۔ شاہ ولی اللہ کا خیال نفسیاتی اعتبار سے زیادہ صحیح

---

۱۸ شاہ ولی اللہ حجۃ اللہ البالغہ (مترجم) عبدالحق ہزاروی۔ لاہور ص۹۵

ہے انسانی کمزوریاں جن کا بہیمیت سے تعلق ہوتا ہے ختم نہیں ہوسکیں قابو میں رکھی جاسکتی ہیں بہیمیت پر نگہداشت ملکی قوت کے ذریعہ ہی رکھی جاسکتی ہے۔ اس کے لئے ملکی قویٰ کی تربیت کی ضرورت ہے [19]

ملکی قویٰ کے عادی ہونے کی صورت میں انسان قدسی امور کی طرف مائل ہوگا اور وہ اعمال کریگا جن سے ان امور کی تکمیل میں مدد ملتی ہے اسطرح وہ حقیقی سعادت کا حامل ہوگا۔ شاہ ولی اللہ کے خیال میں سعادت کسی عمل کو اتفاقیہ طور پر کرنا نہیں بلکہ اس کا عادی ہونا ہے نیز یہ کہ اس عمل کا تعلق قدسی امور سے ہونا چاہئے بہیمیت کے کمزور ہونے کے بعد وہ ان اعمال کی طرف راغب ہوتا ہے اور پھر ان کا عادی ہوجاتا ہے۔ عادت کے سبب اس کے اندر چار بنیادی نیکیاں پیدا ہوجاتی ہیں جو طہارت عجز، سماحت اور عدالت ہیں۔ [20]

طہارت کا تعلق صفائی سے ہوتا ہے صفائی دو سطحوں پر ہوتی ہے۔ ایک جسمانی اور دوسری قلبی جسمانی صفائی کے لئے سالک غسل کرتا ہے طرح طرح کی خوشبوئیں بھی استعمال کرتا ہے صاف لباس پہنتا ہے اور بار بار وضو کرتا ہے۔ قلب کی صفائی کا انحصار روح کی صفائی پر ہوتا ہے روح اس صورت میں پاک ہوتی ہے جبکہ اس کے اندر پوشیدہ طہارت جو ودیعت کی گئی ہے نمایاں ہوجاتی ہے۔ بعد ازاں قلب بھی صاف ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ تزکیۂ روح و قلب ذکر و اذکار سے بھی ہوتا ہے سالک کو اسمار حسنیٰ کی بار بار تلاوت کرنی چاہئے اللہ کا ذکر کرتے رہنا چاہئے۔ اور عبادت میں مشغول رہنا چاہئے نیز اصول شرع پر عمل کرنا چاہئے ان اعمال کے بغیر طہارت نفس و قلب ناممکن ہے مطہر ہونے کے بعد سالک کو ملائکہ کی دید ہوتی ہے، وہ خوش کن خواب دیکھتا ہے اور ان میں اسے نیک روحوں کا مشاہدہ ہوتا ہے۔ طہارت کا عدم حدث ہوتا ہے جسمانی اور

۱۹۔ حجۃ اللہ البالغہ مترجم صفحہ ۱۰۰

اندرونی حدث، روح وقلب کو پراگندہ کر دیتا ہے ایسے انسان کی روح وقلب تجلیات ربانی سے محروم ہو جاتے ہیں۔ ناپاک شخص شیطانی منظر کا حامل ہوتا ہے وہ برے خواب دیکھتا ہے اور خوف وہراس کے عالم میں رہتا ہے۔ طاہر شخص حدث میں اضطراب محسوس کرتا ہے۔ طہارت اس کی فطرت بن جاتی ہے اور وہ اس کے خلاف کوئی کام نہیں کرتا۔ ۲۱

عجز بھی بنیادی نیکیوں میں سے ایک ہے اس کا اظہار خوشحالی کے دور میں ہوتا ہے خوشحال شخص دولت وثروت کے باوجود اگر خود کو عاجز محسوس کرتا ہے تو یہ سعادت ہے اسے خدا کے حضور اسی طرح عجز وانکسار محسوس کرنا چاہیئے جس طرح وہ بادشاہ کے سامنے کرتا ہے۔ عجز وانکساری سے اسے فرشتوں کا قرب حاصل ہوتا ہے ۲۲

شاہ ولی اللہ جب بھی قرب کی بات کرتے ہیں اسے فرشتوں تک محدود رکھتے ہیں اس سے دو نتیجے اخذ کئے جا سکتے ہیں ایک تو یہ کہ وہ خدا کے قرب کو سالک کے لئے ناممکن سمجھتے ہیں اور دوسرا یہ کہ وہ خدا کی تنزیہہ میں مکمل یقین رکھتے ہیں اور اس کے باعث خدا کے قرب کو ہر ایک کے لیے ممکن نہیں سمجھتے ہمارے خیال میں یہی نتیجہ درست ہے وہ قرب الہی کے قائل تو ضرور ہیں لیکن اسے معدودے چند کا حصہ سمجھتے ہیں اور یہ صحیح بھی ہے اس لئے کہ اللہ کا قرب راہ سلوک کی آخری منزل ہے جس پر کم صوفی پہونچتے ہیں اور جو اسے حاصل کر لیتے ہیں وہ عالم سکر میں پہونچ جاتے ہیں۔ اور وہاں خدا اور بندے کے درمیان امتیاز نہیں رہتا۔ صحو کا مقام حاصل کرنے پر یہ فرق پھر سے نمایاں ہو جاتا ہے یہی سبب ہے کہ شاہ ولی اللہ وحدت الوجود کو سکر کا مقام سمجھتے ہیں اور وحدت الشہود کو صحو کا

---

۲۱ شاہ ولی اللہ حجۃ اللہ البالغہ (مترجم) ص۲۰ ص۲۲ ایضاً ص۱۰

جیسا کہ ذکر کیا گیا اسلام مکمل طور پر تارک الدنیا ہونے سے روکتا ہے لیکن مکمل طور پر دنیا میں محو ہو جانے کو بھی پسند نہیں کرتا لہٰذا زیادہ تر صوفیاء سماحت کی زندگی بسر کرتے رہے ہیں سہروردیوں کے علاوہ صوفیوں کے دیگر سلسلوں نے خود کو سیاست سے الگ رکھا گو کہ انھوں نے دنیاوی زندگی سے احتراز نہیں کیا تاہم دنیاوی معاملات سے دلچسپی بھی نہیں رکھی شاہ ولی اللہ بھی اسی قسم کی سماحت کو نیکی خیال کرتے ہیں۔ ۲۳

سماحت کی افادیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا یہ حصول علم میں معاون ثابت ہوتی ہے اس ضمن میں غزالی کی مثال دی جا سکتی ہے جو مدرسہ نظامیہ بغداد میں کچھ دن درس دینے کے بعد حصول علم کے لئے کچھ عرصہ کے لئے تارک الدنیا ہو گئے جستجوئے علم سے مطمئن ہونے کے بعد وہ پھر بغداد لوٹے اور اسی مدرسہ میں درس و تدریس کا سلسلہ دوبارہ شروع کیا بایں صورت سماحت ان کے لئے حصول علم کا ذریعہ ثابت ہوئی ۲۴ صوفیاء کے علاوہ دیگر مذاہب کے سنتوں نے بھی سماحت کو حصول علم کا ذریعہ بنایا ہے مثلاً بدھا کو اسی ذریعہ سے ہی گیان حاصل ہوا۔ ۲۵

عدالت کی سعادت کا تعلق انتظامی امور سے ہے ان امور کو رضائے خداوندی کے مطابق انجام دیا جانا چاہیئے۔ اپنے ارادہ سے آگاہ کرنے کے لئے خدا ان امور کا علم بذریعہ ملائکہ نازل کرتا ہے۔ یہ نزول ہر شخص پر نہیں ہوتا مگر انھیں لوگوں پر ہوتا ہے جو انتظامی صلاحیتیں رکھتے ہیں نیز یہ کہ خدا اپنے پیغام کو پیغمبروں کے ذریعہ لوگوں تک پہونچاتا ہے۔ عدالت کے معنی یہ بھی کہ منتظم احکام الٰہی کے اعتبار سے نظام چلائے بہت شاہ ولی اللہ یہاں افلاطون سے متاثر معلوم ہوتے ہیں۔ وہ عدالت کو اعلیٰ ترین سعادت سمجھتا ہے اور صرف فلسفیوں کو ہی اس کا متحمل قرار دیتا ہے۔ لہٰذا اسی کو شہنشاہیت کے منصب پر مناسب

۲۳۔ حجۃ اللہ البالغہ ص ۸
۲۴ UMARUDDIN, M., THE ETHICAL PHILOSOPHY OF AL-GHAZZALI, ALIGARH 1962 PP 57, 58 - ۲۵ - KRISHNAN RADHAKRISHNAN, INDIAN PHILOSOPHY LONDON 1962, PP 539, 600, 605

سمجھتا ہے۔ شاہ ولی اللہ صرف فلسفی کو ہی عدالت کا متحمل نہیں سمجھتے نیز عدالت کو وہ اعلیٰ ترین نیکیوں میں سے ایک خیال کرتے ہیں لاسی کو اعلیٰ ترین نہیں سمجھتے ۔[۲۶]

افلاطون کے تاثر کے یہ معنی نہیں کہ اسلام عدالت کی سعادت سے بحث نہیں کرتا اس کی تائید قرآن سے بھی ہوتی ہے اور اسلامی فلسفہ سے بھی اپنی کتاب احیاء العلوم میں بھی غزالی نے عدالت پر بحث کی ہے اور اسے اعلیٰ ترین نیکیوں میں تسلیم کیا ہے [۲۷]

اس کے علاوہ شاہ ولی اللہ کچھ اور نیکیوں کا ذکر کرتے ہیں یہ تمام نیکیاں اسلامی نظام اخلاق میں بڑی اہمیت کی حامل ہیں ان میں سے ایک عقیدۂ توحید ہے اس کے بغیر کوئی شخص مسلمان ہی نہیں ہو سکتا جب وہ اسلام کا سبق پڑھتا ہے تو سب سے پہلے وہ توحید کا اقرار کرتا ہے اس کی تصدیق کلمۂ طیبہ سے ہو جاتی ہے جس میں اللہ کی وحدانیت اور معبودیت کا اقرار کیا جاتا ہے۔ شاہ ولی اللہ توحید کے تین مقامات بتاتے ہیں یعنی پہلا مقام وجودی ہے۔ جس کے تحت یقین کیا جاتا ہے کہ وہ وجود صرف ایک ہے اور وہی کائنات میں جاری وساری ہے دوسرے مقام پر یقین کیا جاتا ہے کہ کائنات کا واحد خالق ہے اور تیسرے مقام پر یقین کیا جاتا ہے کہ خدا اس کائنات کا واحد معبود ہے غزالی نے بھی توحید کے تین مقامات بتائے ہیں جن کا تعین اقرار کی نوعیت سے ہوتا ہے [۲۸]۔

دوسری نیکی اللہ کی صفات میں عقیدہ ہے ذات وصفات اسلامی فلسفہ میں متنازعہ

۲۶۔ شاہ ولی اللہ۔ حجت اللہ البالغہ۔ لاہور ص ۱۰۷-۱۰۸ PLATO, "REPUBLIC"

TY BLOOM, A., NEW YORK, 1968 P.P 330D, 354C, 357 B (SEE INDEX ON PAGE 482, UMAYUDDIN, M., "THE ETHICAL PHILOSOPHY OF AL GHAZZALI, ALIGARH 1962 - P - 144

۲۷۔ شاہ ولی اللہ۔ حجت اللہ البالغہ۔ لاہور ص ۱۲۱-۱۲۲۔ UMAYUDDIN, M., "THE ETHI

CAL PHILOSOPHY OF ALGHAZZALI, ALIGARH, 1962 P.P 107-108

تھے مسئلہ دراصل بعض مکاتب ذات وصفات کو یکساں مانتے ہیں اور بعض کا خیال ہے کہ ذات وصفات دو یکساں ہیں اور نہ ایک دوسرے سے علیحدہ ذات وصفات کی بنیاد پر ایک گروہ نے خدا کو مجسم ومشبہ خیال کیا۔ شاہ ولی اللہ ان میں سے کسی مکتب خیال کی پیروی نہیں کرتے بلکہ وہ صفات کو تشبیہات سمجھتے ہیں اور ان کی تفہیم کے لئے شعور وادراک سے کام لینے کی تلقین کرتے ہیں نیز وہ صفات کو تین حصوں میں تقسیم کرتے ہیں پہلے حصے میں وہ صفات شامل ہیں [illegible] دوسرے حصے میں وہ صفات ہیں جن پر سوچنے کی شریعت اجازت دیتی ہے اور تیسرے حصے میں وہ صفات ہیں جن پر سوچنے کے لئے شریعت نے منع کیا ہے۔ سمیع، بصیر، علیم پہلے حصے کی صفات ہیں۔ خوشی و فرحت خدا سے منسوب کی جا سکتی ہیں اور دوسرے حصے کی صفات ہیں۔ غم و اندوہ تیسرے حصے کی صفات ہیں جن کا خدا پر اطلاق نہیں ہوتا۔ لہذا اس قسم کے خیالات پر شریعت پر پابندی لگاتی ہے۔ شاہ ولی اللہ عام لوگوں کی استعداد سے واقف ہیں۔ لہذا وہ انہیں ذات وصفات کے مسئلہ پر انہام اور ادراک سے روکتے ہیں تاہم مکمل و پختہ عقیدہ کی تلقین کرتے ہیں ۲۹۔

شاہ ولی اللہ تقدیر کو بھی اہم نیکی سمجھتے ہیں اس پر عقیدہ رکھنا بھی مسلمان کا فرض خیال کرتے ہیں۔ ان کے خیال میں تقدیر ازل سے ہی ودیعت کر دی جاتی ہے۔ اس کے پانچ مقامات ہوتے ہیں۔ پہلا مقام صورت کا ہے جس پر عالم امثال میں تخلیق ہونے والی شے کی شکل خلق کی جاتی ہے۔ دوسرا مقام اعداد کا ہے جس پر شے کے اعداد کا تعین ہوتا ہے۔ تیسرا مقام آدم اور اولاد آدم کی تخلیق کا ہے اور چوتھا مقام [illegible] کا ہے۔ پانچواں مقام عالم جبروت میں ہونے والے واقعات کو عالم ملکوت میں ودیعت کرتا ہے۔ قضاء وقدر کے اس عقیدے کے تحت نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ شاہ ولی اللہ

۲۹۔ شاہ ولی اللہ حجۃ اللہ البالغہ۔ لاہور ص ۱۲۳ - ۱۲۴

جبر کے قائل ہیں جس کے تحت سب کچھ پہلے ہی سے مقدر کر دیا جاتا ہے۔ لیکن شاہ ولی اللہ ارادے کو تقدیر سے الگ خیال کرتے ہیں۔ اور انسان کو اسی کی بنیاد پر اس کے اعمال کا ذمہ دار قرار دیتے ہیں۔ جبر و قدر پر ان کے خیالات اشاعرہ سے مطابقت رکھتے ہیں۔ شاہ ولی اللہ بھی ان کی طرح خدا کو تمام اعمال کا خالق تسلیم کرتے ہیں لیکن عمل کرنا انسان کے ارادے پر مبنی ہے لہذا وہ ان اعمال کی تکمیل کا ذمہ دار ہے۔ ارادے میں انسان آزاد ہے لیکن اس کی یہ آزادی مکمل آزادی نہیں گویا کسی حد تک جبر اور کسی حد تک قدر کے قائل ہیں۔[۳۰]

عبادت بھی ان کے خیال میں عظیم نیکی ہے ان کا یہ عقیدہ مکمل طور پر اسلامی ہے۔ ان کے علاوہ دیگر مسلم مفکرین بھی عبادت کی اہمیت کے قائل ہیں نیز اس مصلحت کے بھی قائل ہیں جس کے تحت انسان پر بندگی واجب ہے۔ شاہ ولی اللہ عبادت کو شریعت کے تزکیہ کے لئے ضروری سمجھتے ہیں نیز بہیمیت کو قابو میں رکھنے اور شریعت پر عمل کرنے کے لئے بھی عبادت لازمی ہے بایں صورت شاہ ولی اللہ کی اخلاقیات میں وہ تمام نیکیاں شامل ہیں جن پر اسلام کی بنیاد ہے۔ ان پر عمل کرنا صرف صوفیاء کے لئے ہی نہیں عام انسان کے لئے بھی ضروری ہے۔ ان نیکیوں کے علاوہ شاہ ولی اللہ روزہ نماز حج زکوٰۃ جہاد غسل اور وضو وغیرہ کی نیکیاں بھی بیان کرتے ہیں اور ان مصلحتوں کا ذکر کرتے ہیں جو ان میں پوشیدہ ہیں۔[۳۱]

برائی کے بیان میں شاہ ولی اللہ شرک پر سب سے زیادہ زور دیتے ہیں وہ اس کو سب سے بڑی برائی سمجھتے ہیں اور اس کو دور کرنا لازمی خیال کرتے ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ تمام سامی مذاہب جن میں اسلام بھی شامل ہے اس برائی پر

---

۳۰ شاہ ولی اللہ حجۃ اللہ البالغہ ۱۲۵ تا ۱۳۰۔ ۳۱ ایضاً صفحہ ۱۴۴ - ۱۴۵ -

خصوصی توجہ دیتے ہیں اور سماج سے ایسی برائی کو یکسر ختم کر دینا چاہتے ہیں لیکن اسلام کے علاوہ باقی مذاہب تحریف کے سبب اس برائی کا خاتمہ ذکر سکے عیسائیت میں جس کا شاہ ولی اللہ نے جابجا ذکر کیا ہے آج بھی شرک موجود ہے گو کہ عیسائی توحید کے داعی ہیں لیکن ان کا یہ دعویٰ اس لئے درست نہیں خیال کیا جاسکتا کیونکہ وہ توحید ثلاثہ کے قائل ہیں۔ ان کے مطابق عیسٰی نہ صرف پیغمبر ہیں بلکہ خدا کے بیٹے ہیں اس طرح انہیں فرزند خیال کر کے انہیں ربوبیت میں شامل کر لیتے ہیں اور یہ شرک ہے نیز انکے خیال کے مطابق روح بھی ربوبیت کا ایک حصہ ہے اسلامی عقیدے کے مطابق یہ شرک ہے لہذا شاہ ولی اللہ عیسائیوں کو مشرک خیال کرتے ہیں۔ اسکے علاوہ وہ دیگر مذاہب کے پیروکاروں کو بھی اسی گناہ کا مرتکب سمجھتے ہیں ۳۲

گناہگار مسلمان اور غیر مسلم کا مرتبہ اسلامی فلسفہ میں اختلاف کی بنیاد رہا ہے۔ اشاعرہ کا مکتب اسی سوال کی بنیاد پر معتزلہ سے الگ ہوا۔ ۳۳۔ اس سوال پر شاہ ولی اللہ کا مسلک اشعری ہے وہ گناہ گار مسلمان کو غیر مسلم سے الگ سمجھتے ہیں مسلمان ہونے کے باعث اس کا مرتبہ غیر مسلم سے بلند ہے ان کے خیال میں گناہ گار مسلم اپنے اعمال کی سزا پاکر نجات حاصل کر سکتا ہے لیکن غیر مسلم کے لئے یہ نجات ممکن نہیں ہے ۳۴

سزا و جزا کے مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے شاہ ولی اللہ اشعری مسلک ہی اختیار کرتے ہیں خدا مختار کل ہے اس کے اختیارات کو محدود نہیں کیا جاسکتا۔ لہذا معتزلہ کا یہ خیال کہ خدا کو نیکی کی جزا اور گناہ کی سزا دینا ہی ہے غلط ہے اس میں اس کے اختیارات محدود ہوتے ہیں اشاعرہ کے خیال کے مطابق نیکی کی جزا اور گناہ کی سزا اس نے دینے کا وعدہ کیا ہے۔ لیکن وہ اس

۳۲۔ شاہ ولی اللہ ایضاً ص۳۳ W.M. Watt, The Formative Period of Islamic Thought, Edinburgh 1973, p. 209

۳۳۔ شاہ ولی اللہ۔ حجۃ اللہ البالغہ۔ لاہور ص۵۲-۵۳۔

کے برخلاف بھی کر سکتا ہے نیز شاہ ولی اللہ کا خیال ہے کہ جزا فرحت و انبساط کے مترادف ہے جو نیکی سے حاصل ہوتی ہے اور سزا ذہنی کرب کے مترادف ہے .... اس میں انسان گناہ کے باعث ملوث ہوتا ہے۔ نیز شاہ ولی اللہ سمجھتے ہیں کہ انسان فطری اعتبار سے نیک ہے اس کی ذات میں لطیفہ نورانی مخفی ہے اگر وہ نیکی کرتا ہے تو اپنی فطرت کو مطمئن کرتا ہے، اس لطیفہ کو جلا حاصل ہوتی ہے اور یہی اس کی جزا ہے۔ بدی کرنے کی صورت میں وہ غیر فطری عمل کرتا ہے اور ذہنی کرب میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ اور یہ اس کے لئے سزا ہے یعنی جزا فرحت و انبساط اور سزا کرب و بلا کے مترادف ہے۔ نیز شاہ ولی اللہ کا خیال ہے کہ گناہ انسان کے کردار کو خراب کر دیتا ہے۔ اس خرابی سے سماج میں پراگندگی ہوتی ہے جس کا اثر اس پر بھی پڑتا ہے یا ایں صورت جزا سماج کی خوشحالی اور سزا پراگندگی کے مترادف ہیں۔[۳۵]

شاہ ولی اللہ کی اخلاقیات بنیادی اعتبار سے FORMALISTIC ہے جس کے تحت نتیجہ پر نہیں مقصد یا نیت پر زور دیا جاتا ہے۔ عام طور سے مذاہب میں اخلاقیات کی یہی شکل ہوتی ہے۔ عیسائیت جس کی اخلاقیات میں دیگر نظریات بھی شامل ہو گئے ہیں دراصل اسی قسم کی اخلاقیات کی حامل ہے۔ ہندومت میں بھی یہ نظریۂ اخلاق بالخصوص گیتا میں موجود ہے۔ اسلام بھی اسی نظریۂ اخلاق کی تائید کرتا ہے لیکن اسلامی نظریۂ اخلاق میں صرف عیسائیت کی نرمی ہی نہیں شریعت موسوی کی سختی بھی موجود ہے۔ اسلام مکمل عدل پر یقین رکھتا ہے اور عدل میں نرمی و سختی بہ اعتبار جزو شامل ہیں۔ نیز اسلام عیسائیت کی طرح انسان کو پیدائشی اعتبار سے گناہ گار نہیں سمجھتا بلکہ وہ بہ اعتبار فطرت نیک پیدا ہوتا ہے اس کا اثبات اس حدیث سے ہوتا ہے:۔

فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِیْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَیْهَا　　　خدا کی وہ فطرت جس پر اس نے لوگوں کو پیدا کیا۔

اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ قَالُوْا بَلٰی ط　　　کیا میں تمہارا پروردگار نہیں سب نے کہا ! ہاں بیشک تو ہمارا پروردگار ہے۔

۳۵- شاہ ولی اللہ حجۃ اللہ البالغہ لاہور صـ۵۵ تا صـ۵۶

فَاَقِمۡ وَجۡهَكَ لِلدِّيۡنِ حَنِيۡفًا ؕ فِطۡرَتَ اللّٰهِ الَّتِىۡ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيۡهَا ؕ لَا تَبۡدِيۡلَ لِخَلۡقِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ الدِّيۡنُ الۡقَيِّمُ ۙ وَلٰـكِنَّ اَكۡثَرَ النَّاسِ لَا يَعۡلَمُوۡنَ ۔ ۳۶

سو تو باطل سے ہٹ کر اپنے آپ کو دین پر سیدھا قائم رکھ وہی اللہ کی فطرت جس پر اس نے لوگوں کو پیدا کیا۔ خدا کے بنائے ہیں بدلنا نہیں۔ یہی سیدھا دین ہے۔ لیکن بہت لوگ نہیں جانتے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا کہ ہر بچہ دین فطرت پر پیدا ہوتا ہے پھر اس کے ماں و باپ اس کو یہودی یا نصرانی یا مجوسی بنا دیتے ہیں جس طرح ہر جانور کا بچہ اصل میں صحیح و سالم پیدا ہوتا ہے، وہ کن کٹا نہیں پیدا ہوتا ہے ۳۷

مختصراً اسلام کی اخلاقیات FORMALISTIC ہونے کے باوجود دوسرے مذاہب سے مختلف ہے۔ اسلام آخری مذہب ہونے کے باعث تمام نظریہ ہائے اخلاق کو اپنی اخلاقیات میں یکجا کر لیتا ہے۔ اس میں فرحت و انبساط کو بھی اہمیت حاصل ہے اور عقل و وجدان کو بھی تاہم نیت پر یا مقصد پر خصوصی زور دیا گیا ہے اور اسی لئے اس کی اخلاقیات FORMALISTIC ہے۔

شاہ ولی اللہ کے اخلاقیات میں وہ تمام اجزاء موجود ہیں جو اسلامی اخلاقیات کا خاصہ ہیں۔ بشر شاہ ولی اللہ اپنے ہی اعمال کو نیکی خیال کرتے ہیں جن کا تعلق انسان کی فطرت سے ہے۔ یہ عمل اس لئے نیک ہے کیونکہ انسان بہ اعتبار فطرت نیک ہے۔ صوفی ہونے کے باعث شاہ ولی اللہ جا بجا ملکی و بہیمی رجحانات کا تذکرہ کرتے ہیں۔ ان کی اخلاقیات میں ملکیت کو ابھارنے اور بہیمیت کو کمزور کرنے پر زور دیا گیا ہے۔ عام طور پر اسلامی مفکرین انسان میں دو رجحانات یعنی ملکیت اور بہیمیت پر یقین رکھتے ہیں۔ غزالیؒ انسان کے اندر چار قوتیں خیال کرنے

۳۶۔ قرآن ۳۰روم آیت ۳۰ (۳۷) صحیح بخاری و مسلم کتاب الایمان۔ سیرت النبی ۲/۹۶ ۔

ہیں یعنی شہوہ غضبیہ، شیطانیہ اور ربانیہ ۳۵ ان میں سے اول الذکر ۳ قوی کا تعلق بہیمیت اور آخر الذکر ایک کا تعلق ملکیت سے ہے۔ اسی طرح اشراقی فلاسفہ بھی انسان کے اندر ان رجحانات کو تسلیم کرتے ہیں۔ اور بہیمیت کے مکمل خاتمہ پر یقین رکھتے ہیں۔ لیکن شاہ ولی اللہ بہیمیت کے خاتمہ پر نہیں کمزور کرنے پر زور دیتے ہیں۔ کہا جاسکتا ہے کہ اسلامی فلسفیوں کے یہاں رجحانات کا موضوع یونانی فلاسفہ کے اثر کے تحت آیا ہے۔ ارسطو انسان میں دو طرح قسم کے رجحانات تسلیم کرتا ہے یعنی (۱) حیوانی اور (۲) عقلی رجحانات مسلم فلاسفہ عقلی رجحان پر نہیں ملکی رجحان پر زور دیتے ہی جو اول الذکر سے قدسیت کے سبب [illegible] ہے۔ لہذا اسلامی فلسفیوں نے قطعی طور پر یونانی تقلید نہیں کی بلکہ مذہبی [illegible] کے مطابق انسان کے اندرون کا نورانی جزو تلاش کیا۔ شاہ ولی اللہ اس نورانی جزو کو انسان کی فطرت سمجھتے ہیں اور اس کے حادی ہونے کو ہی صحیح اخلاق سمجھتے ہیں۔ الحاصل شاہ ولی اللہ کی اخلاقیات اسلامی اور متصوفانہ۔

اسلام کا نظام مساجد

تالیف مولانا محمد ظفیر الدین صاحب رفیق ندوۃ المصنفین نظام مساجد کے تمام گوشوں پر ایک جامع اور مکمل کتاب جس میں مسجدوں کے مسائل پر اس انداز سے بحث کی گئی ہے کہ اللہ تعالی کے گھروں کے احترام کی اہمیت اور افادیت کا نقشہ سامنے آجاتا ہے کتاب کا تعارف فاضل محترم مولانا مناظر احسن گیلانی مرحوم نے کرایا ہے جو پڑھنے کے لائق ہے۔ تقطیع ۲۰×۲۶ صفحات ۴۴۲ قیمت غیر مجلد ۱۵/۷۵

مکتبہ برہان دہلی

۳۵ UMATUDDIN, M., THE ETHICAL PHILOSOPHY OF AL GHAZZALI, ALIGARH 1962 p. 62